رسم عثمانی میں غیر موجود اور صحیح سند سے ثابت قراءات کا حکم

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر*

ABSTRACT

Some of the variant readings of the Holy Quran having a sound chain of narration are not included in the Uthmanic Maṣāḥif (Codices). Hence, following three probabilities can be deduced about these readings; First: Those were abrogated in ʿArḍah Akhīrah (the last revision). Second: Those might be among those explanatory notes of the Holy Text by Prophet Muhammad (SWA) that were erroneously written by a few companions within the actual text of Quran considering them a part of the Quran. Third: Those may belong to such Aḥruf (readings) that were authentically transmitted from the Messenger of Allah (SWA) but, they were not mentioned in the orthography of the Uthmanic Maṣāḥif by the compilers due to any possible reason. To us, if we come across any authentically narrated recitation of the senior Qurrāʾ companions that seems contrary to the orthography of the Uthmanic Maṣāḥif and there is no proof of their being from the second category, then, it is better to consider them from the third category instead of the first one.

KeyWords: مصحف عثمانی، قراءات سبعہ، قراءات قرآن، امام حمزہ، امام کسائی

* اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ علومِ انسانیہ، کامسٹس یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور کیمپس، لاہور

دورِ نبوی ﷺ میں قرآن کی کتابت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بھی اور اپنے طور پر بھی قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپؐ کے کاتب ہونے کی حیثیت سے ایک سرکاری کاتب کا درجہ رکھتے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"إن زيد بن ثابت قال أرسل إلى أبوبكر رضى الله عنه قال إنک كنت تكتب الوحی لرسول اللهﷺ فاتبع القرآن فتتبعت۔"[1]

"حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام بر کے ذریعے یہ کہلوا بھیجا کہ تم (اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ان) کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ پس تم قرآن کو تلاش کرو (اور جمع کرو)۔ پس میں نے قرآن کو تلاش کیا (اور جمع کیا)۔

صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ سے قرآن کو نقل کرتی تھی اور بعض اوقات یہی صحابہ احادیث بھی لکھ لیا کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ایک خاص دورانیے میں احادیث لکھنے سے منع فرما دیا تا کہ قرآن کے ساتھ احادیث خلط ملط نہ ہو جائیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبى سعيد الخدرى أن رسول اللهﷺ قال: لا تكتبوا عنى و من كتب عنى غير القرآن فليمحه.[2]

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھ سے (قرآن کے علاوہ) نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے' وہ اسے مٹا دے۔"

جب صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے اسلوب و مزاج سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو پھر آپ ﷺ نے احادیث لکھنے کی اجازت بھی جاری فرما دی۔[3] آپؐ کے زمانے میں کچھ صحابہ سرکاری کاتبین وحی تھے لہٰذا سرکاری طور پر جمع شدہ قرآن بھی موجود تھا جبکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے طور پر بھی قرآن جمع کرتے تھے۔ اکثر و

[1] - البخاري' محمد بن اسماعيل' صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبیﷺ' 6/ 184' دار طوق النجاة' مصر' 1422ھ' رقم الحديث: 4989

[2] - مسلم بن الحجاج' صحيح مسلم' كتاب الزهد و الرقاق' باب التثبت فى الحديث وحكم كتابة العلم' 4/ 2298' دار إحياء التراث العربي' بيروت ' رقم الحديث: 3004

[3] - صحيح البخارى' كتاب العلم' باب كتابة العلم' 1/ 34' رقم الحديث: 111-113

بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن کے مختلف اجزا لکھی ہوئی صورت میں موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مختلف صحابہ کے پاس کھجور کی شاخوں، چمڑوں اور پتھروں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب و اللخاف و صدور الرجال۔"[1]

"پس میں نے قرآن کو تلاش کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، چمڑوں، پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔"

یہ واضح رہے کہ صحابہ کے پاس مکمل مصاحف، لکھی ہوئی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس قرآن کے متفرق غیر مرتب اجزا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بعض آیات کسی بھی صحابی کے پاس لکھی ہوئی نہ مل رہی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فقدت آیة من الأحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت أسمع رسول اللهﷺ یقرأ بها فالتمسناها فوجدناها مع خزیمة بن ثابت الأنصاری۔[2]

"جب ہم نے مصحف کو لکھ لیا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت ہم نے کم پائی جسے میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ پس ہم نے اس آیت (کی لکھی ہوئی صورت) کو تلاش کیا تو ہم نے اسے خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس پایا۔"

خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں قرآن کی کتابت

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سرکاری طور پر ایک ایسے مصحف کی تیاری کا حکم دیا گیا جس میں قرآن کی جمیع آیات و سور کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہو۔ اس مصحف کی تیاری کا تذکرہ بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

أن زید بن ثابت رضی الله عنه قال أرسل إلی أبوبکر مقتل أهل الیمامة فإذا عمر بن الخطاب عنده قال أبوبکر رضی الله عنه إن عمر أتانی فقال إن القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وإنی أخشی أن یستحر القتل

[1] – صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، 6/ 183، رقم الحدیث: 4986
[2] – ایضاً، رقم الحدیث: 4988

بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن وإنی أری أن تأمر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللهﷺ قال عمر هذا الله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال أبوبکر إنک رجل شاب عاقل لانتهمك و قد کنت تکتب الوحی لرسول اللهﷺ فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان أثقل علی مما أمرنی به من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللهﷺ قال هو والله خیر فلم یزل أبوبکر یراجعنی حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر أبی بکر وعمر رضی الله عنه ما فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال۔[1]

"حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں اہل یمامہ کی جنگ کے وقت بلوا بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حضرت عمرؓ موجود ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں قراء کی کثیر تعداد شہید ہوئی ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ بعض دوسرے مقامات پر بھی قراء کی ایک بڑی تعداد شہید ہو جائے اور ہم سے قرآن کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ (یعنی ابو بکرؓ ایک جگہ) قرآن جمع کرنے کا حکم جاری فرمائیں۔ میں (یعنی ابو بکرؓ) نے عمرؓ سے کہا: تم وہ کام کیسے کرو گے جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ عمرؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہی خیر ہے۔ پس عمرؓ مجھے اس کام کے لیے مشورہ دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے میرے سینے کو کھول دیا اور اس مسئلے میں میری رائے بھی وہی ہو گئی جو عمرؓ کی ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا: حضرت ابو بکرؓ نے مجھے یہ کہا کہ تم ایک نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو اور ہم تم میں کوئی عیب بھی نہیں دیکھتے اور تم اللہ کے رسول ﷺ کے کاتب بھی تھے۔ پس تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ (زید رضی الہ عنہ فرماتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر وہ حضرات مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام مجھ پر قرآن جمع کرنے کی نسبت آسان تھا۔ میں (زیدؓ) نے کہا: آپ حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت ابو بکرؓ مجھے اس کام پر مجبور کرتے رہے یہاں

[1] - صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، 6/ 183، رقم الحدیث: 4986

تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی ویسے ہی کھول دیا جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا۔ پس میں نے قرآن کو تلاش کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، چمڑوں، پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔"

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ بھی اس کام میں شریک تھے اور یہ حضرات جمع صدیقی کے دوران اس وقت تک کسی صحابی سے کوئی آیت مبارکہ قبول نہ کرتے تھے جب تک کہ وہ صحابی اس بات پر دو گواہ نہ پیش کر دے کہ اس نے وہ آیت مبارکہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لکھی تھی اور پڑھی تھی۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء يومئذ فرق أبوبكر على القرآن أن يضيع فقال لعمر بن الخطاب و لزيد بن ثابت: اقعدوا على باب المسجد فمن جاءكما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه۔[1]

"ہشام بن عروہؒ اپنے والد عروہ بن زبیرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب قراء کی بڑے پیمانے پر شہادت ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ اس بات سے گھبرا گئے کہ قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ پس انہوں نے حضرت عمر اور زید رضی اللہ عنہما سے کہا: مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو تمہارے پاس کسی چیز (یعنی لکھی ہوئی ہو اور پڑھی ہوئی) پر دو گواہ لے کر آئے کہ وہ کتاب اللہ میں سے ہے تو اسے لکھ لو۔"

یہ واضح رہے کہ جمع قرآن کے لیے دو گواہوں کی جو شرط عائد کی گئی تھی وہ صرف حفظ کے لیے نہ تھی بلکہ اس میں قرآن کی کسی آیت کی کتابت پر بھی دو گواہ پیش کرنے کا حکم تھا۔[2] حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں جمیع قرآن لکھی ہوئی شکل میں جمع کر لیا گیا تھا لیکن یہ مرتب نہیں تھا یعنی ایک مصحف کی بجائے مختلف صحیفوں کی صورت میں تھا۔ مثال کے طور پر اس کو آسانی کے لیے یوں سمجھ لیں کہ جیسے قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں، اب یہ تمام سورتیں تو موجود ہوں لیکن متفرق طور پر، یا اس کی مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ جیسے قرآن کے تیس پارے ہیں۔ اب یہ تیس اجزا متفرق طور پر ہوں تو ان کو 'صحف' کہیں گے اور اگر ان کو ایک جلد میں جمع کر دیں تو اس کو 'مصحف' کہیں گے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ کے زمانے میں 'صحف' تھے نہ کہ 'مصحف'۔ ایک روایت

[1] - سنن ابي داؤد، كتاب المصاحف، باب جمع أبى بكر الصديق رضى الله عنه فى المصحف، الفاروق الحديثة، القاهرة، 2002ء، ص:51

[2] - العسقلاني ، ابن حجر، فتح البارى: 9/ 14-15، دار المعرفة، بيروت، 1379ھ

کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فی شیء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم ففعلوا حتى نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة۔[1]

"حضرت عثمانؓ نے تین قریشی صحابہؓ سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابتؓ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہ نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے (حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ کو لوٹا دیے (کیونکہ حضرت ابو بکرؓ سے وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے اور حضرت عمرؓ سے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ملے تھے)۔"

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قرآن کی کتابت

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہؓ کے جزوی وانفرادی صحیفے ان کے پاس موجود رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب سلطنت وسیع ہوئی تو مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف شہروں کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعض صحابہ کو حضرت عمرؓ نے خود بھی بھیجا تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو شام اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے شہروں میں اپنے صحائف کے مطابق قرآن کی تعلیم و تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر صحابیؓ نے جو حرف اللہ کے رسول ﷺ سے نقل کیا تھا اس کے مطابق اپنے شاگردوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ اس طرح مختلف اسلامی شہروں میں مختلف قرآنی قراءات کا ظہور ہوا جس سے سلطنت اسلامیہ کے بلاد و امصار میں قرآن کی قراءات کے حوالے سے ایک تنازع پیدا ہو گیا۔ ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کی قراءت کو صحیح اور دوسری کو غلط کہنے لگے حالانکہ ان میں سے اکثر قراءات، اَحرف سبعہ کے ذیل میں اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبی الشعثاء قال: كنت جالسا عند حذيفة وأبی موسى وعبد الله بن مسعود فقال حذيفة: أهل البصرة يقرؤون قراءة أبی موسى، وأهل الكوفة يقرؤون قراءة عبد الله أما والله أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق

[1] - صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، 6/ 183، رقم الحديث: 4987

هذه المصاحف، فقال عبد الله: إذا تغرق فی غیر ماء۔[1]

"ابو شعثاءؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت حذیفہ، حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت حذیفہؓ نے کہا: اہل بصرہ ابو موسی اشعریؓ کی اور اہل کوفہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءات پڑھتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میں امیر المؤمنین (عثمانؓ) کے پاس آؤں تو انہیں ان جمیع (اختلافی) مصاحف کے غرق کرنے کا حکم دے دوں۔ اس پر ابن مسعودؓ نے کہا: تب تو تم بھی پانی کے بغیر ہی غرق ہو جاؤ۔"

اس روایت کی سند ایک 'مدلس' راوی کے عنعنہ کی وجہ سے 'ضعیف' ہے لیکن اس روایت کے متن کی تائید بعض صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق قراءات کے یہ اختلافات محاذ جنگ اور سرحدی علاقوں میں بھی بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

أن حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی أهل الشام فی فتح إرمینیة وأذربیجان مع أهل العراق فأفزع حذیفة اختلافهم فی القراءة فقال حذیفة لعثمان یا أمیرالمؤمنین أدرک هذه الأمة قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاری۔[2]

"حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور وہ اہل عراق و اہل شام کے ساتھ مل کر آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ اس موقعے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءات کے اختلافات سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس امت کو پکڑیں اس سے پہلے کہ یہ بھی یہود و نصاری کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے لگے۔"

جمع عثمانی سے پہلے قراءات قرآنیہ کی صورت حال

اب ذیل کی بحث میں ہم جمع عثمانی سے پہلے پڑھی جانے والی قراءات کے بارے دو نکات واضح کرنا چاہتے ہیں:

ا۔ متفرق اَحرف کی قراءات کے علاوہ اس عرصے میں یعنی جمع عثمانی سے پہلے کچھ ایسی قراءات بھی رائج و عام تھیں جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

---

[1] - کتاب المصاحف، باب کراهیة عبدالله بن مسعود ذلک، ص 71

[2] - صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، 6/ 183، رقم الحدیث: 4987

عن سمرة رضی الله عنه قال: عرض القرآن علی رسول اللهﷺ عرضات فيقولون: إن قراءتنا هذه العرضة الأخيرة هذا حديث صحيح على شرط البخاری بعضه و بعضه على شرط مسلم و لم يخرجاه تعليق الذهبي فی التلخيص: صحيح-[1]

"حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن مجید، اللہ کے رسول ﷺ پر کئی مرتبہ پیش کیا گیا اور صحابہ کا کہنا یہ تھا کہ ہماری یہ قراءت (یعنی جمع عثمانی والی) عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔ (امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ) اس روایت کا بعض حصہ بخاری کی شرط پر اور بعض مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی اپنی 'تعلیق' میں اس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔"

اس بارے میں بھی صحابہ میں اختلاف تھا کہ کسی قاری صحابی کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن مجاهد عن ابن عباس قال: قال أی القراءتين كانت أخيرا قراءة عبد الله أو قراءة زيد قال قلنا قراءء زيد قال: لا إلا إن رسول اللهﷺ كان يعرض القرآن على جبريل كل عام مرة فلما كان فی العام الذی قبض فيه عرضه عليه مرتين وكانت آخر القراءة قراءة عبد الله تعليق شيخ أحمد شاكر: إسناده صحيح-[2]

"حضرت مجاہدؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے (اپنے شاگردوں سے) سوال کیا: دونوں قراءات میں کون سی قراءت آخری ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی یا حضرت زید بن ثابتؓ کی؟ ہم نے جواب دیا: حضرت زید بن ثابتؓ کی قراءت۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا: نہیں! حضرت جبرئیلؑ قرآن مجید، اللہ کے رسول ﷺ پر ہر سال ایک مرتبہ پیش کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ پیش کیا اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءت آخری قراءت ہے۔"

---

[1] - الحاكم، محمد بن عبد الله النيسابوري، المستدرک على الصحيحين، كتاب التفسير، دار الكتب العلمية، بيروت، 1411ھ، رقم الحديث: 2904، 2/ 250

[2] - احمد بن حنبل، مسند أحمد، باب مسند عبد الله بن العباس، دار الحديث، القاهرة، 1995ء، رقم الحديث: 2494، 3/ 134

بعض صحیح روایات کے مطابق حضرت زید بن ثابتؓ کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔ علامہ ابن حجرؒ نے ان روایات کو بیان کرنے کے بعد ان میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ یہ دونوں اقوال ہی اپنی جگہ درست ہیں۔ دونوں صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔[1]

بہر حال ان روایات کو بیان کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ عرضہ اخیرہ میں کچھ قراءات منسوخ ہو گئی تھیں اور غالب گمان یہی ہے کہ یہ منسوخ قراءات عموماً ان مترادفات کے قبیل سے تھیں جن کی اجازت آپؐ کے زمانے میں تیسر و عدم حرج کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے دی گئی تھی۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ 'سبعۃ أحرف' میں کچھ 'حروف' عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں جن کی تلاوت ہم آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے اور آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔[2]

۲۔ جمع عثمانی سے پہلے اسی طرح ایک اور مشکل (جو کسی حد تک جمع عثمانی کے بعد میں بھی رہی) یہ بھی در پیش تھی کہ بعض صحابہ نے آپؐ کی تفسیر کو اپنے مصاحف میں لکھ کر قرآن کے ساتھ خلط کر دیا تھا۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جس خدشے کے پیش نظر قرآن کے علاوہ کچھ لکھنے سے منع کیا تھا' اس کا عملی مظہر کچھ اس طرح سامنے آنے لگا تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تفسیری نکات کو بھی بطور قرآن نقل کر رہے تھے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ام سلمہ' حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھن نے اپنے کاتب کو یہ ہدایت کی کہ وہ قرآن لکھتے وقت سورۃ بقرۃ میں 'وصلاۃ العصر' کے الفاظ بھی لکھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

> عن أبی یونس مولی عائشة أم المؤمنین أنه قال: أمرتنی عائشة رضی الله عنها أن أکتب لها مصحفا ثم قالت: إذا بلغت هذه الآیة: حافظوا علی الصلوات والصلاة الوسطی، فآذنی فلما بلغتها آذنتها فأملت علی: حافظوا علی الصلوات والصلاة الوسطی وصلاة العصر وقوموا لله قانتین، ثم قالت: سمعت ها من رسول الله ﷺ۔[3]

"یونس مولی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہؓ نے حکم دیا کہ میں

---

1 - فتح الباری: 9/ 44

2 - ابن تیمیة' أحمد بن عبد الحلیم' مجموع الفتاوی' دار الوفاء' الریاض، 13/ 395

3 - صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلوة' باب الدلیل لمن قال الصلاة الوسطی هي صلاة العصر' رقم الحدیث: 629، 1/ 437

ان کے لیے ایک مصحف لکھوں۔ پھر یہ کہا کہ جب میں اس آیت یعنی 'حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطی' پر پہنچوں' تو انہیں مطلع کروں۔ پس جب میں (یعنی کاتب) اس آیت مبارکہ پر پہنچا تو انہیں خبر دی۔ پس انہوں نے مجھے یہ آیت اس طرح املا کروائی: **حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطی وصلاۃ العصر وقوموا للہ قانتین**' اور پھر فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔"

بعض دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'صلاۃ العصر' کے الفاظ در حقیقت اللہ کے رسول ﷺ کی تفسیر تھی یا ایسی تلاوت تھی جو منسوخ ہو چکی تھی۔[1]

مصحف عثمانی کی تیاری

ان حالات میں حضرت عثمانؓ نے یہ کوشش کی کہ وہ سرکاری طور پر ایک ایسا مصحف تیار کروائیں جس میں عرضہ اخیرہ کے مطابق جمیع اَحرف قرآنیہ کو نقل کر دیں تاکہ عوام الناس، اللہ کے رسول ﷺ سے منقول صحیح قراءات سے واقف ہو سکیں اور جہالت میں ایک دوسرے کی قراءات کا رد نہ کریں۔ علاوہ ازیں اس مصحف کی تیاری سے یہ بھی مقصود تھا کہ جن منسوخ قراءات یا تفسیری نکات کی تلاوت تاحال جاری ہے' ان کو ختم کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند بنایا جائے۔ اس کے لیے حضرت عثمانؓ نے چار صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت' عبد اللہ بن زبیر' سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ اس سرکاری مصحف کی تیاری کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس کی کئی ایک کاپیاں تیار کروائیں اور مختلف شہروں میں بھیج دیں۔ علاوہ ازیں ایک کام یہ بھی کیا گیا کہ صحابہؓ کے پاس موجود ان کے ذاتی مصاحف کو جمع کر کے جلا دیا گیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فی شیء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم ففعلوا حتى نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة و أرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا و أمر بما سواه من القرآن فی كل

[1] - صحيح مسلم' كتاب المساجد ومواضع الصلوة' باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هي صلاة العصر' رقم الحديث: 630، 1/ 438

صحيفة أو مصحف أن يحرق-[1]

"حضرت عثمانؓ نے تین قریشی صحابہؓ سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابتؓ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہؓ نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے (حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک ایک مصحف مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دیا اور ان سرکاری مصاحف کے علاوہ قرآن کے ہر صحیفے یا مصحف کے بارے یہ حکم جاری کیا کہ اسے جلا دیا جائے۔"

حضرت عثمانؓ کے مصحف کی تیاری میں' مدینہ میں موجود چار صحابہؓ نے' جمع صدیقی کو بنیاد بناتے ہوئے ایک مصحف تیار کر دیا تھا۔ پس اس مصحف کی تیاری میں جمیع قراء صحابہؓ کی طرف رجوع نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ قوی امکان موجود ہے کہ کچھ اَحرف قرآنیہ (یعنی قراءات کے اختلافات) جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے اپنا یہ مصحف مختلف شہروں میں بھیجا تو بعض کبار صحابہؓ کی طرف سے مختلف قسم کا ردعمل سامنے آیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عبد الأعلى بن الحكم الكلابى قال: أتيت دار أبى موسى الأشعرى فإذا حذيفة بن اليمان وعبد الله بن مسعود وأبو موسى الأشعرى فوق إجار لهم فقلت: هؤلاء الله الذين أريد فأخذت أرتقى إليهم فإذا غلام على الدرجة فمنعنى فنازعته فالتفت إلى بعضهم قال: خل عن الرجل. فأتيهم حتى جلست إليهم فإذا عندهم مصحف أرسل به عثمان وأمرهم أن يقيموا مصاحفهم عليه فقال أبو موسى: ما وجدتم فى مصحفى هذا من زيادة فلا تنقصوها وما وجدتم من نقصان فاكتبوه.[2]

"عبد الاعلیٰ بن حکم کلابی نے کہا: میں ابو موسیٰ اشعری کے گھر آیا تو وہاں چھت پر حضرت حذیفہ بن یمان' ابو موسیٰ اشعری اور عبد بن مسعود رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ میں نے (دل میں) کہا: یہ تو وہی لوگ ہیں جن کی تلاش میں ' میں تھا۔ پس میں نے سیڑھیاں چڑھنا چاہیں تو ایک غلام نے مجھے روکا۔ میں اس سے الجھ پڑا تو ان حضرات میں سے ایک نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اسے

[1] - صحيح البخارى' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن' رقم الحديث: 4987، 6/ 183

[2] - كتاب المصاحف' باب ما كتب عثمان رضي الله عنه من المصاحف' ص 134

آنے دو۔ پس میں ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تو ان کے سامنے وہ مصحف موجود تھا جو حضرت عثمان نے ان کو بھیجا تھا اور انہیں یہ بھی حکم جاری کیا تھا کہ وہ اپنے مصاحف ' اس مصحف کے مطابق درست کر لیں۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے کہا: میرے مصحف میں اگر تم (مصحف عثمان کے بالمقابل) کوئی زیادتی دیکھو تو اس کو باقی رہنے دو اور اگر اس میں (مصحف عثمان کے بالمقابل) کوئی کمی دیکھو تو اس کو لکھ لو۔"

اس روایت میں ' عبد الأعلی بن الحکم الکلابی ' راوی کا تذکرہ تو کتب جرح و تعدیل میں موجود ہیں لیکن کوئی جرح و تعدیل مروی نہیں ہے۔ اس روایت کے متن کی تائید بعض دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی حضرت عثمانؓ سے اپنا مصحف چھپا لیا تھا اور اپنے شاگردوں کو بھی اپنا مصحف چھپانے کا حکم دیا تھا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن خمیر بن مالک عن عبد الله قال: أمر بالمصاحف یعنی ساء ذلک عبدالله بن مسعود قال: من استطاع منکم أن یغل مصحفاً فلیغلل فإنه من غل شیئا جاء بہا غل یوم القیامة. ثم قال عبدالله لقد قرأت القرآن من فی رسول الله سبعین سورة و زید بن ثابت صبی أفأترک ما أخذت من فِيَّ رسول الله.[1]

"حضرت خمیر بن مالک ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مصاحف کے بارے (جلانے کا) حکم دیا گیا تو یہ بات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت ناگوار گزری۔ ابن مسعودؓ نے (اپنے شاگردوں سے) کہا: جو تم میں سے اپنا مصحف چھپانے کی استطاعت رکھتا ہے وہ چھپا لے کیونکہ جو بھی کوئی چیز چھپائے گا اسے قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ ابن مسعودؓ نے کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن کی ستر سورتیں اس وقت سیکھیں جبکہ زید بن ثابتؓ ابھی بچے تھے۔ کیا میں اس (بچے) کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ سے سیکھے ہوئے قرآن کو چھوڑ دوں۔"

شیخ أحمد شاکر نے اس روایت کی سند کو ' صحیح ' قرار دیا ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ بعض کبار قراء صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ کچھ ایسی بھی قراءات مروی ہیں جو

[1] - کتاب المصاحف ' باب کراهیة عبد الله بن مسعود ذلک ' ص 76؛ مسند أحمد، رقم الحدیث: 3929، 4/ 88

[2] - مسند أحمد، رقم الحدیث: 3929، 4/ 88

رسم عثمانی میں نہیں ہیں۔ ہماری رائے میں جو قراءات بعض کبار قراء صحابہؓ سے صحیح سند سے مروی ہیں' ان میں تین احتمالات ممکن ہیں:

1۔ وہ عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی ہوں۔

2۔ وہ آپ کے تفسیری نکات کے قبیل سے ہوں جنہیں بعض صحابہؓ نے غلطی سے قرآن سمجھ کر نقل کر دیا ہو۔

3۔ وہ ان اُحرف کے قبیل سے بھی ہو سکتی ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہوں لیکن جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ ہمارے نزدیک اگر معروف اور کبار صحابہؓ سے صحیح سند کے ساتھ کوئی ایسی قراءت مروی ہو جو رسم عثمانی کے خلاف ہو اور اس میں دوسرا احتمال بھی ممکن نہ ہو تو اسے تیسرے احتمال پر محمول کرنا پہلے پر محمول کرنے سے زیادہ بہتر اور راجح ہے اور اس موقف کی تائید بعض روایات' دلائل' شواہد اور ائمہ سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ نماز میں بعض ان اُحرف کی تلاوت کرتے تھے جو جمع عثمانی میں موجود نہیں ہیں جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

> أبان بن عمران النخعی قال: قلت لعبد الرحمن بن الأسود: انک تقرأ "صراط من أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین" فقال حدثنی أبی وكان ثقة أنه صلى خلف عمر بن الخطاب فسمعه یقرؤها-[1]
>
> "ابان بن عمران فرماتے ہیں کہ میں عبد الرحمن بن اسود سے کہا: آپ 'صراط من أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین' پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور وہ ثقہ راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کو یہ آیت ایسے ہی پڑھتے سنا۔"

اس روایت کی سند 'صحیح' ہے۔[2] ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

> أن عمر بن الخطاب قرأ فی صلاة الصبح سورة آل عمران فقرأ: الم الله لا

---

[1] - کتاب المصاحف' باب مصحف عمر بن الخطاب رضی الله عنه' ص 159

[2] - کتاب المصاحف مع تحقیق الدكتور محب الدین واعظ، دار البشائر الإسلامیة' بیروت' 2002ء، ص 285-286

إله إلا هو الحی القیام۔[1]

''حضرت عمر بن خطابؓ نے صبح کی نماز میں سورۃ آل عمران میں 'الم اللہ لا إله إلا هو الحيي القيام' پڑھا۔''

اس روایت کی سند 'حسن لغیرہ' ہے۔[2] ایک روایت کے مطابق ابن عباسؓ نے مغرب کی نماز میں 'إذا جاء فتح الله والنصر' پڑھا۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبی نوفل بن أبی عقرب قال سمعت ابن عباس یقرأ فی المغرب: "إذا جاء فتح الله والنصر."[3]

اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے۔[4]

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابراهيم قال قدم أصحاب عبد الله على أبی الدرداء فطلبهم فوجدهم فقال أيكم يقرأ على قراءة عبد الله قال كلنا قال فأيكم أحفظ فأشاروا إلى علقمة قال كيف سمعته يقرأ ''والليل إذا يغشى'' قال علقمة ''والذكر والأنثى'' قال أشهد أنی سمعت النبیﷺ يقرأ هكذا وهؤلاء يريدونی على أن أقرأ ''وما خلق الذكر والأنثى''والله لا أتابعهم۔[5]

''حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے کچھ اصحاب ابو درداءؓ کے پاس آئے۔ پس ابو درداءؓ نے ان سے کہا: تم میں سے کون ابن مسعودؓ کی قراءت کے مطابق تلاوت کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم سب۔ حضرت ابو درداءؓ نے کہا: تم میں کون سب سے زیادہ ان کی قراءت کو یاد رکھنے والا ہے تو انہوں نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابو درداءؓ نے علقمہؒ سے کہا: تم نے ابن مسعود رضی اللہ کو 'والليل إذا يغشى' کیسے پڑھتے ہوئے سنا ہے؟۔ علقمہؒ نے جواب دیا: (والليل إذا يغشى والنهار إذا تجلى) والذكر والأنثى'۔ ابو داداءؓ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے

[1] - كتاب المصاحف' باب مصحف عمر بن الخطاب رضي الله عنه؛ سعيد بن منصور' سنن سعيد بن منصور: 3/ 1029' دار العصيمی' الرياض' الطبعة الأولى' 1414ھ، ص 163

[2] - كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص 288

[3] – كتاب المصاحف' باب مصحف عبد الله بن عباس رضی الله عنه ' ص 204

[4] - كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص 204

[5] - صحيح بخاری' كتاب التفسير' باب وما خلق الذكر والأنثى'رقم الحديث: 4944، 6/ 170

نبی ﷺ کو یوں پڑھتے ہوئے سنا ہے اور یہ حضرات (یعنی اہل شام) یہ چاہتے ہیں کہ میں 'وما خلق الذکر والأنثی' پڑھوں۔ اللہ کی قسم! میں ان کی پیروی نہ کروں گا۔"

ان روایات کی قراء حضرات عموماً یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم منسوخ قراءات کی تلاوت کرتے تھے اور انہیں ان قراءات کے نسخ کا علم نہ تھا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ راشد مسجد نبوی میں جماعت کی نماز میں منسوخ قراءت کی تلاوت کریں اور کوئی صحابیؓ ان کو متنبہ نہ کرے، ممکن نہیں ہے۔ حفاظت قرآن اور تبلیغ قرآن کے پہلو سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ بنیادی فریضہ تھا کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں تمیز باقی رکھیں۔ پس اگر کبار قراء صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز میں اس تلاوت کو سنا اور اس پر سکوت اختیار کیا تو اس قراءت کو حضرت عمرؓ کے علاوہ جمہور قراء صحابہ کی تائید بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ مان لینا کہ خلیفہ ثانی کو بھی منسوخ اور غیر منسوخ قرآن کا علم نہ تھا اور صحابہؓ منسوخ قراءت کی تلاوت پر سکوت اختیار کرتے تھے' سے بہت زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کر لیا جائے کہ جمع عثمانی، عرضہ اخیرہ میں باقی رکھے گئے جمیع أحرف کو جامع نہ تھی اگرچہ ان أحرف کی اکثریت کی جامع ضرور تھی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جمع عثمانی کے بعد بھی ابن عباسؓ بعض ایسی قراءات کی تلاوت نماز میں کر رہے ہیں جو رسم عثمانی کے موافق نہیں ہیں۔ بعض قراء ایسی قراءات کو تفسیری نکات کی قبیل سے قرار دیتے ہیں حالانکہ صحابہؓ کی طرف سے تفسیر کو نماز میں پڑھنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

یہ بات واضح رہے کہ جمع عثمانی پر سب صحابہ کا اجماع و اتفاق تھا۔ اختلاف صرف اس مسئلے میں تھا کہ بعض صحابہؓ کے پاس اپنے مصاحف میں کچھ اضافی أحرف ایسے تھے جو جمع عثمانی میں موجود نہ تھے۔ پس وہ صحابہؓ جمع عثمانی کے ساتھ اپنے ان أحرف کی تلاوت کو بھی جاری رکھنا چاہتے تھے جبکہ حضرت عثمانؓ ان أحرف کے مطابق تلاوت کی اجازت دینے کے قائل نہ تھے۔ یا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ صحابہؓ کے وہ اضافی أحرف جمع عثمانی کے معیار پر پورے نہ اترتے ہوں لہٰذا انہیں مصحف عثمانی میں نہ رکھا گیا یا پھر اس میں ایک دوسرا احتمال یہ بھی ممکن ہے کہ جمع عثمانی کی بنیاد مدنی صحابہؓ سے قرآن جمع کرنے پر رکھی گئی اور بقیہ بلاد اسلامیہ مثلاً کوفہ وغیرہ کے مصاحف یا قراء صحابہؓ سے اس بارے مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ اس دوسرے احتمال کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہے کہ جمع عثمانی میں متفرق أحرف جمع کرنے کی کوشش ضرور کی گئی تھی لیکن یہ کوشش مدینہ اور اس کے قرب وجوار کے صحابہؓ سے جمع کرنے پر ہی منحصر تھی۔ امام دانیؒ (متوفی ۴۴۴ھ) نے اپنی سند سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

أنس بن مالک قال اختلف المعلمون فی القرآن حتی اقتتلوا أو کان بینهم

قتال فبلغ ذلک عثمان فقال عندی تختلفون وتکذبون به و تلحنون فیه یاأصحاب محمدﷺ اجتمعوا فاکتبوه للناس إماما یجمعهم قال و کانوا فی المسجد فکثروا فکانوا إذا تماروا فی الآیة یقولون أنه أقرأها رسول اللهﷺ هذه الآیة فلان بن فلان وهو علی رأس أمیال من المدینة فیبعث إلیه من المدینة فیجیء فیقولون کیف أقرأك رسول اللهﷺ آیة کذا و کذا فیکتبون کما قال-[1]

"انس بن مالک قشیری سے روایت ہے کہ قرآن کے معلمین کا قرآن کی قراءات کے بارے اختلاف ہو گیا یہاں تک کہ ان میں لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: اے اصحاب محمدؐ! میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں اختلاف کرتے ہو اور ایک دوسرے کی قراءات کو جھٹلاتے ہو اور اس میں غلطیاں نکالتے ہو۔ چلیں! مل جل کر لوگوں کے لیے ایک ایسا مصحف امام لکھتے ہیں جو ان کو جمع کر دے۔ انس بن مالک نے کہا: صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت مسجد نبوی میں تھے اور ان کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی۔ پس جب ان میں قرآن کی کسی آیت کے بارے اختلاف ہوتا تھا تو کہتے تھے: یہ آیت اللہ کے رسول ﷺ نے فلاں ابن فلاں کو پڑھائی ہے اور وہ شخص مدینہ سے کئی میل کے فاصلے پر ہوتا تھا۔ پس اسے مدینہ بلوایا جاتا اور وہ آتا تھا۔ پس وہ اس سے پوچھتے کہ تمہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فلاں فلاں آیت کیسے پڑھائی اور پھر اس آیت کو ویسے ہی لکھ لیتے تھے جیسے وہ صحابیؓ بتلاتے تھے۔"

بعض روایات میں 'ثلاث لیال' یعنی تین راتوں کے الفاظ بھی آئے ہیں۔[2] مدینہ سے تین راتوں کی مسافت اس دور کے ذرائع نقل و حمل کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مکہ کی بنتی ہے۔ پس ان روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ جمع عثمانی میں مدینہ اور اس کے قرب جوار میں رہائش پذیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن کی متفرق قراءات جمع کی گئی تھیں۔

ہمارے خیال میں اس میں کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے کہ جمع عثمانی میں کچھ اَحرف نقل ہونے سے رہ گئے۔ ان اَحرف کے نقل ہوئے بغیر بھی قرآن اپنی جگہ مکمل تھا۔ اس کی مثال ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ روایت

[1] - الداني، عثمان بن سعید، المقنع فی رسم مصاحف الأمصار، باب ذکر من جمع القرآن فی الصحف أولا ومن أدخله، مکتبة الکلیات الأزهریة، القاهرة، ص 17

[2] - أیضاً

حفص عن عاصم جو سبعہ اَحرف کا ایک جزء ہے' بطور مکمل قرآن کفایت کرنے والی ہے۔ اسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے یوں بیان فرمایا تھا کہ ان اَحرف میں ہر حرف کافی وشافی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبی بن كعب قال: ما حک فی صدری شیء منذ أسلمت إلا أنی قرأت آية وقرأها رجل غير قراءتی فأتينا النبیﷺ قال قلت: اقرأتنی آية كذا و كذا قال نعم فقال الآخر ألم تقرئنی آية كذا وكذا قال نعم أتانی جبريل عن يمينی وميكائيل عن يساری فقال جبريل اقرأ القرآن على حرف واحد فقال ميكائيل استزده حتى بلغ سبعة أحرف كلها شاف كاف. (تعليق شعيب الأرنؤوط : إسناده صحيح على شرط الشيخين.)[1]

"حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا تھا اس وقت سے میرے سینے میں صرف ایک ہی بات کھٹکی تھی کہ میں نے ایک دفعہ ایک آیت پڑھی اور کسی دوسرے صاحب نے وہی آیت دوسری طرح پڑھی۔ پس ہم دونوں اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ میں نے کہا: کیا آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت نہیں پڑھائی۔ آپؐ نے جواب دیا: ہاں!۔ پس دوسرے صحابیؓ نے بھی یہی سوال کیا تو آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام دائیں اور بائیں سے آئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: قرآن ایک حرف پر پڑھیں۔ حضرت میکائیلؑ نے کہا: آپ ایک حرف سے زائد پر پڑھنے کا مطالبہ کریں۔ (میں نے یہ مطالبہ کیا) تو قرآن ساتھ حروف تک پہنچ گیا جن میں سے ہر ایک حرف کافی وشافی ہے۔ شعیب ارنوَوط نے کہا ہے کہ اس کی سند شیخین کی شرائط پر صحیح ہے۔"

غالب گمان کے مطابق اسی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے سبعہ اَحرف کے جمیع اختلافات جمع کرنے میں بلاد اسلامیہ کے جمیع قراء صحابہ سے رائے اور مشورہ نہیں لیا بلکہ مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں آباد صحابہؓ کی ایک جماعت کی قراءات پر اعتماد کرتے ان سے آسانی سے میسر آنے والے متفرق اَحرف کو اپنے مصاحف میں جمع کر دیا۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمع عثمانی کے دوران بعض شہروں سے مختلف صحابہؓ کے مصاحف بھی منگوائے گئے تھے جبکہ بعض شہروں سے یہ مصاحف طلب نہیں کیے گئے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ کی ایک روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے:

---

[1] - احمد بن حنبل، مسند أحمد، 35/ 69، مؤسسة الرسالة، بيروت، 2001ء، رقم الحديث: 21132

عن إبراهيم قال: قال رجل من أهل الشام مصحفنا ومصحف أهل البصرة أحفظ من مصحف أهل الكوفة قال: قلت لم؟ قال: إن عثمان لما كتب المصاحف بلغه قراءة أهل الكوفة على حرف عبدالله فبعث به إليهم قبل أن يعرض وعرض مصحفنا ومصحف أهل البصرة قبل أن يبعث به-[1]

”حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ ان سے اہل شام میں سے کسی نے یہ کہا: ہمارا اور اہل بصرہ کا مصحف (عثمانی) اہل کوفہ کے مصحف (عثمانی) کی نسبت زیادہ محفوظ و مضبوط ہے۔ میں (ابراہیم نخعیؒ) نے کہا: وہ کیسے؟۔ اس شخص نے جواب دیا: جب حضرت عثمانؓ نے (مختلف شہروں کے لیے) مختلف مصاحف لکھوائے تو انہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں سے جو خبر پہنچی تھی اس کے مطابق انہوں نے اہل کوفہ کا مصحف تیار کروا دیا اور ابن مسعودؓ کا مصحف حضرت عثمانؓ پر پیش نہ ہوا جبکہ اہل شام اور اہل بصرہ کا مصحف حضرت عثمانؓ کے مصحف بھجوانے سے پہلے ہی ان پر پیش کر دیے گئے تھے۔“

علامہ ابن حجرؒ (متوفی 852ھ) نے اس روایت کی سند کو ابراہیم مخعیؒ تک ’صحیح‘ کہا ہے۔[2] یہ موقف جمہور ائمہ سلف صالحین کا بھی ہے کہ جمع عثمانی میں جمیع اَحرف جمع نہ ہوئے تھے۔ ڈاکٹر ابراہیم بن سعید الدوسری لکھتے ہیں:

وذهب أئمة السلف وأكثر العلماء إلى أن مصاحف العثمانية لم تشتمل على جميع الأحرف السبعة وإنما اشتملت على جزء منها-[3]

”ائمہ سلف اور اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ جمیع اَحرف سبعہ پر مشتمل نہ تھے بلکہ وہ اس کے ایک جز پر مشتمل تھے۔“

شیخ حمد بن عبد اللہ الحمد لکھتے ہیں:

ومعلوم أن ما استقر عليه المصحف فى عهد عثمان ليس حاوياً للمصحف كله بل هوحاو لشيء فيه وضع على هذه الآية درءاً للخلاف والفتنة

[1] - كتاب المصاحف، باب ما كتب عثمان رضى الله عنه من المصاحف، ص 135

[2] - فتح البارى: 9/ 20

[3] - الدوسري، ابراهيم بن سعيد، المنهج فى الحكم على القراء ات، جامعة الامام محمد بن سعود، الرياض، 2011ھ، ص 22

والفرقة فی کتاب الله تعالی-[1]

"یہ بات معروف ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جو مصحف تیار ہوا' وہ مصحف کے جمیع اختلافات کو حاوی نہ تھا بلکہ اس کے بعض اختلافات پر مشتمل تھا۔ اور مصحف کو اس ہیئت پر اس لیے رکھا گیا تھا تا کہ اللہ کی کتاب میں اختلاف' فتنے اور تفرقے سے روکا جائے۔"

امام دانیؒ (متوفی ۴۴۴ھ) کے نزدیک بھی جمع عثمانی میں جمیع اَحرف موجود نہ تھے۔ امام زرکشیؒ (متوفی ۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

قال أبو عمرو وجه حسن من وجوه معنى الحديث وقال بعض المتأخرين هذا هو المختار قال والأئمة على أن مصحف عثمان أحد الحروف السبعة والآخر مثل قراءة ابن مسعود وأبى الدرداء {الذكر و الأنثى} كما ثبت فی الصحيحين ومثل قراءة ابن مسعود {إن تعذبهم فإنهم عبادک و إن تغفرلهم فإنک أنت الغفور الرحيم} وقراءة عمر{ فامضوا إلى ذكر الله } والكل حق والمصحف المنقول بالتواتر مصحف عثمان ورسم الحروف واحد إلا ما تنوعت فيه المصاحف وهو بضعة عشر حرفا-[2]

"ابو عمرو دانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس قسم کی روایات (یعنی جن میں رسم عثمانی کے خلاف قراءات مختلف صحابہ سے مروی ہیں) کی صحیح توجیح یہی ہے اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہ اس مسئلے میں راجح قول ہے کہ ائمہ سلف کا کہنا یہ تھا: مصحف عثمان اَحرف سبعہ میں سے ایک حرف پر تھا اور دوسرا حرف عبد اللہ بن مسعود اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کی قراءت ' الذکر والاُنثیٰ ' ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءت 'اِن تعذبھم فاِنھم عبادک واِن تغفرلھم فاِنک اَنت الغفور الرحیم' اور حضرت عمرؓ کی قراءت 'فامضوا اِلی ذکر اللہ' ہے۔ اور یہ سب حروف حق ہیں۔ اور ہم تک مصحف عثمانی تواتر سے منقول ہے اور اس کا رسم ایک ہی ہے سوائے دس سے کچھ زائد ان مقامات کے کہ جن میں مختلف مصاحف عثمانیہ میں بھی باہم اختلاف ہے۔"

امام دانیؒ سے اس کے برخلاف بھی قول ثابت ہے یعنی مصحف عثمانی جمیع اَحرف کو شامل تھے۔[3]

[1] - العثيمين' محمد بن صالح' شرح زاد المستقنع: 5/ 59' المكتبة الشاملة.

[2] – الزركشي' محمد بن عبد الله' البرهان فی علوم القرآن: 1/ 215' دار المعرفة' بيروت

[3] - الداني' عثمان بن سعيد' الأحرف السبعة للقرآن، مكتبة المنارة' مكة المكرمة' الطبعة الأولى' 1408ه،

بعض علماء کے خیال میں رسم عثمانی کے خلاف صحیح سند سے ثابت شدہ قراءات کو اگرچہ قرآن تو نہیں کہیں گے لیکن ان کے قرآن ہونے کے احتمال کی نفی بھی ممکن اور درست نہیں ہے۔ مکی بن ابی طالب (متوفی ۳۸۶ھ) کا یہی موقف ہے۔ اس موقف کا نتیجہ بھی یہی ہے کہ حضرت عثمان نے جمیع اَحرف جمع نہ کیے تھے کیونکہ اگر مصاحف عثمانیہ جمیع اَحرف کے اختلافات کو جامع مانع تھے تو پھر ان مصاحف کے علاوہ قراءات کو نہ جھٹلانے کا کیا معنی و مفہوم بنے گا؟ ابن ابی رضا ابو العباس حموی (متوفی ۷۹۱ھ) لکھتے ہیں:

عن الحسن بن علی الجعفی أن النبیﷺ حض علی متابعة ابن مسعود فی الترتیل ویشهد لذلک قوله فی الروایة الأولی من أراد أن یسمع القرآن الحدیث قال الجعفی یعنی الترتیل لا حرفه المخالف للرسم قال مکی ولا یمتنع أن یرید الحرف الذی کان یقرأ به ونحن نقرأ به ونرغب فیه ونرویه ما لم یخالف خط المصحف فإن خالفه لم نکذب به ولا نقرأ به۔[1]

”حسن بن علی سے منقول ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے روایات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی متابعت پر جو ابھارا ہے تو اس سے آپؐ کی مراد ترتیل میں ان کی متابعت ہے نہ کہ ان کے اس حرف میں جو رسم عثمانی کے خلاف ہے جیسا کہ پہلی روایت کے الفاظ گزرے ہیں کہ جو قرآن سننا چاہے (جیسا کہ نازل ہوا ہے تو وہ ابن مسعودؓ سے سنے)۔ مکیؒ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ (کے فرمان میں ان) کی مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس حرف کو سنو جو وہ پڑھتے تھے۔ پس ہم عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس حرف کی قراءت کریں گے اور اس میں رغبت رکھیں گے جب تک کہ وہ مصحف عثمانی کے علاوہ نہ ہو۔ پس اگر وہ مصحف عثمانی کے علاوہ ہو گا تو ہم نہ تو اسے جھٹلائیں گے اور نہ ہی اس کی تلاوت کریں گے۔“

یہ واضح رہے کہ جو اَحرف حضرت عثمانؓ نے اپنے مصاحف میں جمع کر دیے تھے ان پر تو سب صحابہ کا اجماع تھا کہ یہ قرآن ہے۔ اصل اختلاف اس میں تھا کہ بعض اَحرف بعض صحابہ کے پاس ذاتی طور پر موجود تھے جنہیں وہ ترک کرنے پر تیار نہ تھے۔ یہی اَحرف بعد میں کئی ایک صحیح اخبار سے بھی نقل ہوئے ہیں۔ ابو عبید قاسم بن سلام (متوفی 224ھ) رسم عثمانی کے مخالف چند اَحرف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] - ابن ابی الرضا الحموي، القواعد والإشارات في أصول القراءات، دار القلم، دمشق، 1406ھ، ص 40-41 ص 43

هذا الحروف التى ذكرناه فى هذين البابين من الزوائد لم يروها العلماء واحتمله على أن هذا مثل الذى بين اللوحين من القرآن ولأنهم كانوا يقرؤون بهذا فى الصلاة ولم يجعلوا من جحدها كافرا إنما تقرأ فى الصلاة ويحكم بالكفر على الجاحد لهذا الذى بين اللوحين خاصة وهو ما ثبت فى الإمام الذى نسخه عثمان بإجماع من المهاجرين والأنصار وإسقاط لما سواه ثم أطبقت عليه الأمة فلم يختلف فى شىء منه-[1]

"یہ حروف جن کا ذکر ابھی ہم نے دو ابواب میں کیا ہے' ان زوائد میں سے ہیں جن کو علماء نے روایت نہیں کیا۔ انہوں نے ان زائد حروف کو اس قرآن کی مانند قرار دیا ہے جو مابین الدفتین ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان حروف کی نماز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن علماء کے نزدیک ان (زائد) حروف کا منکر کافر نہیں ہے۔ یہ صرف نماز میں پڑھے جاسکتے ہیں جبکہ کفر کا فتوی اس شخص پر لگایا جائے گا جو ان حروف کا انکار کرے جو مابین الدفتین ہیں۔ اور یہ وہ حروف ہیں جو مصحف امام میں بھی موجود ہیں جسے حضرت عثمانؓ نے مہاجرین اور انصار کے اتفاق سے لکھوایا تھا اور اس کے ماسوا کو ساقط کر دیا تھا۔ پھر امت کا بھی اس (یعنی مصحف عثمانی) پر اتفاق ہو گیا اور اس کے بارے کسی چیز میں بھی کوئی اختلاف نہ ہوا۔"

درج ذیل عبارت سے ابو عبید قاسم بن سلامؒ کا بھی وہی موقف معلوم ہوتا ہے جو مکی بن ابی طالبؒ کا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی موقف معلوم ہوتا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

وهذا النزاع لابد أن يبنى على الأصل الذى سأل عنه السائل وهو أن القراءات السبعة هل هي حرف من الحروف السبعة أم لا؟ فالذى عليه جمهور العلماء من السلف والأئمة أنها حرف من الحروف السبعة بل يقولون إن مصحف عثمان هو أحد الحروف السبعة وهو متضمن للعرضة الأخيرة التى عرضها النبىﷺ على جبريل والأحاديث والآثار المشهورة المستفيذة تدل على هذا القول وذهب طوائف من الفقهاء والقراء وأهل الكلام إلى أن هذا المصحف مشتمل على الأحرف السبعة-[2]

[1] - قاسم بن سلام' فضائل القرآن، دار ابن كثير' بيروت' 1415 ھ، 2/ 148

[2] - مجموع الفتاوى: 13/ 395

''اور یہ اختلاف لازماً اس اصل پر مبنی ہو گا جس کے بارے سائل نے سوال کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا قراءات سبعہ حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہیں یا نہیں؟ جمہور علمائے سلف صالحین اور ائمہ کا کہنا یہ ہے کہ قراءات سبعہ، حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مصحف عثمان بھی حروف سبعہ میں سے ایک حرف پر مشتمل تھا اور یہ ایک حرف اس عرضہ اخیرہ کو متضمن ہے جسے اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ پر پیش کیا تھا۔ اَحادیث اور مشہور و معروف آثار اس قول پر دلالت کرتے ہیں۔ فقہاء' قراء اور متکلمین کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ مصحف عثمان جمیع اَحرف پر مشتمل تھا۔''

امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ 'بل يقولون إن مصحف عثمان هو أحد الحروف السبعة' سے ان کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک جمع عثمانی میں منزل من اللہ جمیع اَحرف سبعہ موجود نہ تھے۔ یہ واضح رہے کہ امام ابن جریر طبریؒ کی رائے اور ابن تیمیہؒ کی اس عبارت میں بیان شدہ موقف میں فرق ہے۔ ابن جریر طبریؒ کے نزدیک مصحف عثمان ایک حرف پر تھا اور بقیہ چھ حروف منسوخ ہو چکے تھے۔ جبکہ ابن تیمیہؒ کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ عرضہ اخیرہ میں اَحرف سبعہ میں سے جن اَحرف کو باقی رکھا گیا تھا' مصحف عثمان ان میں سے بعض اَحرف پر مشتمل تھا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے حوالے سے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک مصحف نہیں بلکہ کئی مصاحف تیار کروائے تھے اور انہیں مختلف شہروں کی طرف بھیج دیا تھا۔ ان مصاحف کی تعداد میں علماء کے ہاں اختلاف ہے۔ بعض نے چار' بعض نے پانچ اور بعض نے چھ اور بعض نے سات بھی نقل کی ہے۔[1] آٹھ اور نو کا قول بھی موجود ہے۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب المصاحف کی کئی ایک روایات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مختلف شہروں کے لیے جو مختلف سرکاری مصاحف تیار کروائے تھے ان میں بھی باہمی اختلاف تھا کیونکہ ان مصاحف میں متعلقہ شہروں کی قراءات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مصاحف کو تیار کیا گیا تھا۔ جو نسخہ حضرت عثمانؓ کے پاس تھا اسے 'مصحف امام' کا نام دیا گیا۔ اس موضوع سے متعلق روایات کے مطالعہ کے لیے کتاب المصاحف کے عنوانات باب ما كتب عثمان رضي الله عن من المصاحف اور الإمام الذي كتب منه عثمان رضي الله عنه المصاحف' وهو مصحفه' اور 'اختلاف مصاحف الأمصار التي

[1] - كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص 238-239

نسخت من الإمام' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں امام دانیؒ کی کتاب 'المقنع فی رسم مصاحف الأمصار' کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

رسم عثمانی کے علاوہ، صحیح سند سے ثابت قراءات کی نماز میں تلاوت

امام ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) کا کہنا ہے کہ رسم عثمانی کے علاوہ صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت کے نماز اور غیر نماز میں پڑھنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسی قراءت کے قرآن یا غیر قرآن ہونے کے بارے قطعی علم حاصل نہیں ہوتا۔ وہ لکھتے ہیں:

> وأما القراءة الشاذة الخارجة عن رسم المصحف العثمانی مثل قراءة ابن مسعود وأبی الدرداء رضی الله عنهما والليل إذا يغشى والنهار إذا تجلى والذكر والأنثى كما قد ثبتت ذلک فی الصحيحين، فهذا إذا ثبتت عن بعض الصحابة فهل يجوز أن يقرأ بها فی الصلاة؟ على قولين للعلماء هما روايتان مشهورتان عن الإمام أحمد وروايتان عن مالک إحداهما يجوز ذلک لأن الصحابة والتابعين كانوا يقرؤون بهذا الحروف فی الصلاة والثانية لا يجوز ذلک وهو قول أكثر العلماء --- ولهذا كان فی المسألة قول ثالث وهو اختيار جدی أبی البركات أنه إن قرأ بهذه القراءات فی القراءة الواجبة وهي الفاتحة عند القدرة عليه لم تصح صلاته --- ولهذا القول ينبنی على أصل وهو أن ما لم يثبت كونه من الحروف السبعة فهل يجب القطع بكونه ليس منها؟ فالذی عليه الجمهور أنه لايجب القطع بذلک -[1]

"وہ قراءات شاذہ جو رسم عثمانی سے خارج ہیں مثلاً عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کی قراءات 'واللیل إذا یغشٰی والنھار إذا تجلّی والذکر والأنثی' جیسا کہ صحیحین میں موجود ہے۔۔۔ پس اگر ایسی قراءت صحابہ سے ثابت ہو جائے تو کیا اسے نماز میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے علماء کے دو موقف ہیں۔ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ سے اس بارے دو اقوال منقول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ایسی قراءت سے نماز جائز ہے کیونکہ صحابہ و تابعین ان حروف کی نماز میں تلاوت کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور یہ اکثر علماء کا قول ہے۔۔۔ اس

---

[1] - مجموع الفتاوی: 13/ 397-398

مسئلے میں ایک تیسرا قول میرے دادا ابو البرکات کا ہے کہ اگر کسی شخص نے قراءت واجبہ یعنی سورہ فاتحہ میں ایسے حروف کی تلاوت کی تو نماز صحیح نہ ہو گی جبکہ اسے رسم کے مطابق قراءت کی قدرت حاصل ہو۔ اور یہ قول اس اصل پر مبنی ہے کہ جس کے بارے قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ حروف سبعہ میں سے ہے' پس کیا اس سے یہ بات لازماً ثابت ہوتی ہے کہ وہ حروف سبعہ میں سے نہیں ہے ؟۔ اس مسئلے میں جمہور کا قول یہ ہے کہ ہمیں اس کے حروف سبعہ میں سے نہ ہونے کا علم قطعی طور پر حاصل نہیں ہوتا۔"

امام صاحب کے نزدیک قراءات عشرہ متواترہ کے علاوہ بھی بعض قراءات کا پڑھنا صحیح ہے بشرطیکہ وہ قاری کے نزدیک صحیح سند سے ثابت ہوں۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

بل من ثبت عنده قراءة الأعمش شيخ حمزة أو قراءة يعقوب بن إسحاق الحضرمي ونحو هما كما ثبت عنده قراءة حمزة والكسائي فله أن يقرأ بها بلا نزاع بين العلماء المعتبرين المعدودين من أهل الإجماع و الخلاف-[1]

"پس جس کے نزدیک حمزہ کے شیخ اعمش یا یعقوب بن اسحاق وغیرہ کی قراءت ایسے ہی ثابت ہو جیسا کہ حمزہ اور کسائی کی قراءت تو اس لیے اسے پڑھنا جائز ہے اور اس بارے اجماع اور اختلاف میں معتبر شمار ہونے والے علماء میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ اختلاف خلف میں پیدا ہوا ہے کہ مصحف عثمانی کی بنیاد پر مروی سبعہ عشرۃ قراءات منزل من اللہ جمیع اَحرف سبعۃ ہیں یا ان کا بعض ہیں۔ سلف میں اس بارے کوئی اختلاف موجود نہ تھا۔[2] امام صاحب کے نزدیک نقل قرآن کی اصل بنیاد حفظ ہے نہ کہ کتابت۔[3] پس امام صاحب کے نزدیک صحابہؓ کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے جو قراءت صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو وہ قراءت شاذہ نہ ہو گی۔[4]

اس کی وجہ صاف ظاہر نظر آتی ہے کہ جمع عثمانی کی اصل بنیاد تلقی ہے یعنی جمع عثمانی میں معیارِ مقصود اس چیز کو بنایا گیا ہے کہ کسی طرح یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ قراءت فلاں صحابی نے اللہ کے رسول ﷺ سے سیکھی ہے۔ پس صحابہ کی آپؐ سے تلقی ثابت کرنے کے لیے کچھ اصول وضوابط وضع کیے گئے۔ یہ واضح رہے کہ اصل مطلوب

[1] - مجموع الفتاوی: 13/ 392-393
[2] -ایضاً: 13/ 401
[3] - ایضاً
[4] - ایضاً

وہ اصول وضوابط نہیں تھے جو جمع عثمانی میں ملحوظ رکھے گئے بلکہ وہ اصول وضوابط بھی کسی چیز کے لیے وضع کیے گئے تھے اور وہ یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی صحابی کی آپؐ سے تلقی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر کسی صحابی کی تلقی اللہ کے رسول ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہو جائے اور وہ قراءت رسم عثمانی میں نہ بھی ہو تو پھر بھی وہ رسم عثمانی کے مطابق ہیں کیونکہ وہ اس معیار پر پوری اترتی ہے جو جمع عثمانی میں اصل بنیاد تھا۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ جمع عثمانی میں صرف تلقی مطلوب نہ تھی بلکہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تلقی مطلوب تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کے بارے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عرضہ اخیرہ میں تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ ان کی قراءت کو عرضہ اخیرہ کی قراءت قرار دیتے تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ عرضہ اخیرہ میں کچھ منسوخ تو ہوا تھا لیکن کیا منسوخ ہوا تھا؟ اس کی کوئی فہرست کسی روایت میں جاری نہیں ہوئی۔ اس لیے اگر کوئی معروف فقیہ یا قاری صحابیؓ مثلاً حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو موسی اشعری، حضرت عبد اللہ بن عباس یا حضرت عمر رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک کسی قراءت کو نقل کر رہا ہے تو حضرت زید بن ثابتؓ کی طرح ہمیں اس کی قراءت کے بارے بھی یہ یقین رکھنا ہو گا کہ وہ عرضہ اخیرہ ہی کے مطابق ہے کیونکہ اہل فن صحابہ منسوخ قراءات سے لاعلم نہیں ہو سکتے۔ امام ابن قیمؒ کے نزدیک بھی صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت کے مطابق نماز صحیح ہے، چاہے وہ قراءات رسم عثمانی میں ہوں یا نہ ہوں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

وكذلك لا يجب على الانسان التقيد بقراءة السبعة المشهورين باتفاق المسلمين بل إذا وافقت القراءة رسم المصحف الامام وصحت العربية وصح سندها جازت القراءة بها وصحت الصلاة بها اتفاقا بل لو قرأ بقراءة تخرج عن مصحف عثمان وقد قرأ بها رسول الله والصحابة بعده جازت القراءة بها ولم تبطل الصلاة بها على أصح الأقوال-[1]

"اسی طرح انسان پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو معروف ومتفق علیہ قراءات سبعہ کے ساتھ مقید کرلے۔ پس اگر قراءت، مصحف امام کے رسم سے موافق ہو اور عربی قواعد کے مطابق ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو اس کو پڑھنا جائز ہے اور اس کے ساتھ نماز بالاتفاق صحیح ہو گی بلکہ اگر اس نے ایسی قراءت کے ساتھ نماز پڑھی جو مصحف عثمان میں نہیں ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے پڑھا ہو تو اس قراءت کا پڑھنا جائز ہو گا اور صحیح قول کے

[1] - ابن القيم الجوزية، إعلام الموقعين: 4/ 263، دار الجيل، بيروت

مطابق اس کے ساتھ نماز بھی درست ہو گی۔"

علامہ ابن جوزیؒ اور علی بن سلیمان المرداویؒ اور امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی رسم عثمانی میں غیر موجود صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت کے ساتھ نماز جائز اور صحیح ہے۔ امام مرداویؒ لکھتے ہیں:

وإن قرأ بقراءة تخرج عن مصحف عثمان لم تصح صلاته وتحرم لعدم تواتره وهذا مذهب وعليه جماهير الأصحاب --- وعنه يكره وتصح إذا صح سنده لصلاة الصحابة بعضهم خلف بعض واختارها ابن الجوزى والشيخ تقى الدين وقال هي أنص الروايتين ---قلت وهو الصواب-[1]

"اگر اس نے کوئی ایسی قراءت پڑھی جو رسم عثمانی کے مطابق نہیں ہے تو اس کی نماز صحیح نہ ہو گی اور جمہور حنابلہ کے نزدیک اس کا پڑھنا حرام ہو گا۔۔۔ امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ ایسی قراءت کا پڑھنا ناپسندیدہ ہے لیکن نماز درست ہو گی بشرطیکہ وہ قراءت صحیح سند سے ثابت ہے کیونکہ صحابہؓ نے اس قراءت کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ دوسرے قول کو علامہ ابن جوزیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے۔ ابن تیمیہؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ امام احمدؒ سے صحیح ترین روایت ہے۔۔۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ امام ابن تیمیہؒ کا یہ قول درست ہے۔"

امام احمد سے ایک روایت کے مطابق رسم عثمانی میں غیر موجود صحیح سند سے ثابت شدہ قراءات سے نماز جائز ہے۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

فأما ما يخرج عن مصحف عثمان كقراءة ابن مسعود وغيرها فإن قرأ بشىء منها مما صحت به الرواية واتصل إسنادها ففيه روايتان إحداهما لا تصح صلاته لذلک والثانية تصح لأن الصحابة كانوا يصلون بقراءتهم فى عصر النبیﷺ وبعده وكانت صلاتهم صحيحة بغير شک وقد صح عن النبیﷺ قال: من أحب أن يقرأ القرآن غضا كما أنزل فليقرأ على قراءة ابن أم عبد وقد أمرالنبیﷺ عمر وهشام ابن حكيم حين اختلفا فى قراءة القرآن فقال: اقرؤوا كما علمتم وكان الصحابة رضى الله عنهم قبل جمع عثمان المصحف يقرؤون بقراءات لم يثبتها فى المصحف ويصلون بها لا

[1] - المرداوي، علي بن سليمان، الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الإمام أحمد بن حنبل: 2/ 63، دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولى، 1419ھ

یری أحد منهم تحریم ذلک و لا بطلان صلاتهم به-[1]

پس جہاں تک اس قراءت کا معاملہ ہے جو مصحف عثمان سے خارج ہو جیسا کہ ابن مسعودؓ کی قراءت۔۔۔پس اگر صحیح متصل روایت کی بنیاد پر ثابت شدہ کوئی ایسی قراءت پڑھ لی جائے تو اس بارے امام احمدؒ سے دو روایات مروی ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اس کی نماز درست نہ ہو گی اور دوسری یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو گی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان قراءات کو آپؐ کے زمانے میں اور آپؐ کے بعد بھی پڑھتے تھے اور ان کی نماز بلاشبہ صحیح تھی۔ آپؐ سے یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہے کہ وہ قرآن جیسے نازل ہوا ہے ، اسی طرح پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ ابن مسعودؓ کی قراءت پڑھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پڑھو! جیسا کہ تمہیں سکھایا گیا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمانؓ کی جمع سے پہلے ایسی قراءات پڑھتے تھے جو مصحف عثمانی میں باقی نہیں رکھی گئیں تھیں۔ وہ ان قراءات کو نمازوں میں بھی پڑھتے تھے اور کسی صحابیؓ نے بھی اس کی حرمت یا اس سے نماز باطل ہونے کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔"

امام مالکؒ سے ابن وہبؒ کی روایت کے مطابق رسم عثمانی میں غیر موجود صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت سے نماز درست اور صحیح ہے۔[2] بعض حنفیہ کے نزدیک نماز میں رسم عثمانی میں غیر موجود صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت کی تلاوت اگرچہ مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔[3]

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین رحمہ اللہ کا اس مسئلے پر تفصیلی اور عمدہ کلام موجود ہے۔ ان کے نزدیک بھی صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت سے نماز درست ہے اگرچہ فتنے کے خوف سے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں:

لكن هناك قراءات خارجة عن المصحف الذی أمر عثمان بجمع المصاحف علیه، وهذا القراءات صحيحة ثابتة عمن قرأ بها عن النبیﷺ لكنها تعد

---

[1] - ابن قدامة المقدسي، المغنی: 2/ 357-358، مكتبة القاهرة، القاهرة، 1388ھ

[2] - ابن عبد البر، الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار: 2/ 35، دار الكتب العلمية، بيروت، 2000ء

[3] - ابن عابدين، محمد أمين بن عمر، رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب فروع قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل، 4/ 14، دار الفكر، بيروت، 1412ھ

عند القراء شاذة اصطلاحا وإن كانت صحيحة وقد اختلف العلماء رحم الله فى هذه القراء ة الشاذة فى أمرين: الأمر الأول: هل تجوز القراء ة بها داخل الصلاة وخارجها أو لا تجوز؟ الأمر الثانى هل هي حجة فى الحكم أو ليست بحجة؟ فمنهم من قال: إنها ليست بحجة و منهم من قال إنها حجة - وأصح الأقوال أنه إذا صحت هذه القراءة عمن قرأ بها من الصحابة فإنها مرفوعة إلى رسول اللهﷺ فتكون حجة وتصح القراءة بها فى الصلاة وخارج الصلاة لأنها صحت موصولة إلى رسول اللهﷺ لكن لا نقرأ بها أمام العامة لأننا إذا قرأنا بها أمام العامة حصل بذلک فتنة وتشويش وقلة اطمئنان إلى القرآن الكريم وقلة ثقة به و هذا لا شک أنه مؤثر ربما على العقيدة فضلا عن العمل --- فإن قال قائل إذا صحت القراءة وصححتم الصلاة والقراءة بها وأثبتم الأحكام بها فلماذا لا تقرؤونها على العامة؟ فالجواب أن هدى الصحابة رضي الله عنهم ألا تحدث الناس لا تبلغه عقولهم كما فى حديث على رضى الله عنه حدثوا بما يعرفون أى بما يمكن أن يعرفوه وهضموه وتبلغه عقولهم أتحبون أن يكذب الله ورسوله؟ لأن العامى إذا جاءه أمر غريب عليه نفر وكذب وقال: هذا شىء محال وقال ابن مسعود: إنک لا تحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة وصدق رضى الله فلهذا نحن لا نحدث العامة بشىء لا تبلغه عقولهم لئلا تحصل الفتنة ويتصرر فى عقيدته و عمله-[1]

"لیکن کچھ ایسی قراءات بھی ہیں جو اس مصحف عثمانی سے خارج ہیں کہ جس پر مصاحف جمع کرنے کا حضرت عثمانؓ نے حکم جاری کیا تھا۔ یہ قراءات ان سے صحیح سند سے ثابت ہیں جنہوں نے ان کو پڑھا ہے لیکن قراء کے ہاں ان کو اصطلاحاً شاذ کہتے ہیں اگرچہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہوں۔ ان قراءات کے بارے علماء کا دو امور میں اختلاف ہے۔ پہلا امر تو یہ ہے کہ کیا ان قراءات کی نماز اور غیر نماز میں تلاوت جائز ہے؟ اور دوسرا امر یہ ہے کہ کیا یہ قراءات استنباط حکم میں حجت ہیں؟ بعض علماء

[1] - العثيمين، محمد بن صالح، الشرح الممتع على زاد المستقنع: 3/ 82-83، دار ابن الجوزى، الطبعة الأولى، 1422ھ

نے ان کو حجت قرار دیا ہے اور بعض نے نہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ اگر یہ قراءات صحابہؓ سے صحیح سند سے ثابت ہو جائیں تو یہ آپؐ تک مرفوعاً ثابت ہیں پس یہ حجت ہوں گی اور ان کی نماز اور غیر نماز میں تلاوت جائز ہو گی کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ تک متصل سند سے ثابت ہیں لیکن ان قراءات کو عامۃ الناس کے سامنے نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ جب ہم انہیں عامۃ الناس کے سامنے پڑھیں گے تو فتنہ اور وساوس جنم لیں گے اور قرآن کے بارے اطمینان اور اعتماد میں کمی واقع ہو گی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چیز بعض اوقات عقیدے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے چہ جائیکہ کہ عمل پر ہو۔۔۔ پس اگر کوئی قائل یہ کہے کہ جب قراءت بھی صحیح ہے اور آپ نے نماز کو بھی صحیح قرار دیا ہے اور نماز میں اس کی تلاوت کو بھی تو پھر عامۃ الناس پر اس کی تلاوت ہم کیوں نہ کریں؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کی ہمیں یہ رہنمائی ملی ہے کہ لوگوں کے ساتھ وہی بات کریں جو ان کی عقل کے مطابق ہو جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول ہے: لوگوں سے وہ بات کرو جسے وہ جانتے پہچانتے ہوں یعنی جسے وہ جان سکیں اور ہضم کر سکیں اور وہ ان کی عقول سے بالاتر نہ ہو' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلائیں؟۔ جب کسی عامی کے پاس کوئی نیا معاملہ آتا ہے تو وہ اس سے بھاگتا ہے اور اس کو جھٹلاتا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ ایک ناممکن امر ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے: کسی قوم سے ایسی بات بیان نہ کرو جو ان کی عقول سے بالاتر ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو فتنہ پیدا ہو گا اور انہوں نے سچ کہا تھا۔ پس ہم عامۃ الناس کے سامنے ایسی بات بیان نہیں کرتے جو ان کی عقول سے بالاتر ہو تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو اور ان کا عقیدہ و عمل خراب نہ ہو۔"

اس بات کہ جمع عثمانی جمیع اَحرف کے اختلاف کو شامل نہیں ہے' پر ایک اعتراض یہ وارد کیا جا سکتا ہے کہ کیا قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے اور 'اِنا نحن نزلنا الذکر واِنا لہ لحفظون' کا کیا معنی ہو گا؟ اس کا ایک ممکنہ جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ بھی ضائع نہیں ہوا بلکہ عرضہ اَخیرہ میں باقی رکھے گئے جمیع اَحرف کے اختلافات محفوظ ہیں۔ قراء کا عمومی موقف یہ ہے کہ یہ جمع عثمانی میں محفوظ ہیں اور ہمارا موقف یہ ہو گا کہ جمع عثمانی کے علاوہ بھی حدیث کی کتب یا صحیح سند کے ساتھ صحابہ اور تابعین کی مروی قراءات میں محفوظ ہیں۔ قرآن کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ قرآن بحیثیت مجموعی امت کے پاس محفوظ رہے گا نہ کہ ہر ہر شخص کے پاس۔ اگر ہم آس پاس نگاہ دوڑائیں اور غور کریں کہ کتنے اشخاص ہیں جنہیں روایت حفص کے مطابق قرآن پڑھنا آتا ہے؟ یا کتنے حفاظ اور قراء ہیں جو روایت حفص کے علاوہ بھی روایات کو جانتے ہیں۔ اسی طرح قراء میں بھی بعض دو روایات' بعض سبعہ

قراءات اور بعض عشرہ صغری اور بعض عشرہ کبری کے ماہر ہیں۔ پس کسی کے پاس قرآن کے اُحرف کے اختلافات کا کچھ حصہ ہے تو دوسرے کے پاس کچھ دوسرا ہے اور قرآن امت کے پاس بحثیت مجموعی محفوظ ہے۔

بعض حضرات یہ بھی اعتراض وارد کر سکتے ہیں کہ امت میں رسم عثمانی کے خلاف قراءات کی تلاوت تسلسل سے جاری نہیں رہی ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ عشرہ کبری میں موجود فروش کے اختلافات کی تلاوت کرنے والے دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے ؟۔ شاید ان کو انگلیوں پر گنا جا سکے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جو قراء عشرہ کبری کی تلاوت کرتے بھی ہیں وہ بھی بطور تعلیم و تعلم کرتے ہیں۔ پس اسی طرح رسم کے خلاف مروی ان صحیح قراءات کو بھی بطور تعلیم و تعلیم تو ہر دور میں پڑھا جاتا رہا ہے اگرچہ اس پڑھنے کا دائرہ کار اتنا وسیع نہیں رہا۔

یہ بھی واضح رہے کہ سبعہ عشرہ قراءات میں بعض ایسی قراءات بھی ہیں جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی بھی مصحف کے رسم میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً 'صراط' کا لفظ جمیع مصاحف عثمانیہ میں 'ص' کے ساتھ لکھا گیا ہے جبکہ قراء حضرات اس کو 'س' کے ساتھ بھی بطور متواتر قراءات نقل کرتے ہیں۔[1] اسی طرح کے کئی اور الفاظ بھی ایسے ہیں مثلاً 'مصیطر' اور 'بضنین' وغیرہ کہ جو جمیع مصاحف عثمانیہ میں ایک لفظ یعنی 'ص' اور 'ض' کے ساتھ موجود ہیں جبکہ ان میں دو الفاظ یعنی 'ص' اور 'س' اور 'ض' اور 'ظ' کے ساتھ قراءات نقل کی جاتی ہیں اور بعض ممالک میں طبع شدہ مصاحف میں دوسرا لفظ پہلے لفظ کے اوپر لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں لفظ 'مصیطر' میں 'ص' کے اوپر ایک چھوٹا 'سین' ڈال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ہم ایک اور اہم نکتے کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہیں گے کہ رسم عثمانی بھی خبر واحد ہی سے ثابت ہے۔ آج مصاحف عثمانیہ ہمارے مابین موجود نہیں ہیں۔ آج ہمیں کیسے پتہ چلتا ہے کہ رسم عثمانی کیا ہے ؟ ہمیں ماہرین فن مثلاً امام دانی (متوفی 444ھ)' امام سلیمان بن نجاح (متوفی 496ھ) اور امام ابن ابی داؤد (متوفی 316ھ) رحمہم اللہ کی خبر واحد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصاحف عثمانیہ کا رسم یہ تھا۔ پس جب صحیح سند سے کوئی قراءات صحابہؓ سے ثابت ہو جائے اور وہ رسم عثمانی کے خلاف ہو تو یہ خبر واحد کا خبر واحد سے تعارض ہے نہ کہ متواتر و آحاد کا تعارض۔ یعنی صحیح بخاری سے ثابت شدہ روایت یہ کہتی ہے کہ فلاں الفاظ بھی قرآن ہیں جبکہ 'المقنع' کی خبر واحد یہ کہتی ہے کہ وہ رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے قرآن نہیں ہے۔

یہاں ہم یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ خبر واحد کے ذریعے جو رسم عثمانی نقل ہوا ہے اس میں کل کا کل اتفاقی نہیں ہے۔ اس میں بھی بعض الفاظ میں ماہرین فن کا اختلاف مروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصحف مدینہ (یعنی

---

[1] - شعبان محمد اسماعيل' رسم المصحف وضبطه بين التوقيف والاصطلاحات الحديثة: دار السلام' الطبعة الثانية' 1422ھ، ص 27

مصحف مجمع الملک فھد) میں بھی بعض کلمات کے رسم الخط میں اختلاف کی صورت میں علماء نے ترجیح کے اصول قائم کیے ہوئے ہیں۔ مصحف مدینہ کے آخر میں ہے:

وأخذ ھجاؤہ مما رواہ علماء الرسم عن المصاحف التی بعث بہا الخلیفة الراشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ إلی البصرة والکوفة و الشام و مکة' والمصحف الذی جعلہ لأھل مدینة، والمصحف الذی اختص بہ نفسہ' وعن المصاحف المنتسخة منہا۔ وقد روعی فی ذلک ما نقلہ الشیخان أبوعمرو الدانی وأبوداؤد سلیمان بن نجاح مع ترجیح الثانی عند الاختلاف۔[1]

"اس مصحف کے ہجے وہ نقل کیے گئے ہیں جو علمائے رسم سے ان مصاحف کے حوالے سے مروی ہیں جو خلیفہ راشد عثمان بن عفانؓ نے بصرہ' کوفہ' شام' مکہ' اور مدینہ بھیجے تھے۔ علاوہ ازیں مصحف امام اور ان مصاحف کی نقول سے جو رسم منقول ہے (اس کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے)۔ اس مصحف میں جس کو شیخان یعنی امام دانی اور سلیمان بن نجاح رحمہا اللہ نے نقل کیا ہے' اس کا لحاظ رکھا گیا ہے اور ان میں اختلاف کی صورت میں دوسرے کو ترجیح دی گئی ہے۔"

خلاصہ کلام

اس کے باوجود قرآن کی تلاوت میں احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا موقف وہی ہے جو قراء کا ہے کہ اسی قراءت کو بطور قرآن نماز میں پڑھا جائے جس میں درج ذیل تین شرائط پائی جاتی ہوں:

۱۔ وہ صحیح سند سے ثابت ہو اور قراء کے ہاں معروف ہو۔

۲۔ مصاحف عثمانیہ میں کسی مصحف کے رسم کے مطابق ہو۔

۳۔ قواعد لغویہ عربیہ کے موافق ہو۔[2]

رسم عثمانی میں غیر موجود صحیح سند سے ثابت شدہ قراءات کے مسئلہ میں، ہم رسم عثمانی کی پابندی کو ایک انتظامی مسئلے کے طور پر واجب سمجھتے ہیں نہ کہ شرعی۔ مثال کے طور پر آج بھی اگر مسلمان علماء فتنے و فساد کے خوف سے کسی اسلامی ملک میں روایت حفص کے علاوہ روایات قراءات عشرہ متواترہ کی نماز میں قراءت پر پابندی کے بالاتفاق قائل ہوں تو اس کو بالفعل نافذ بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ روایت حفص کافی وشافی ہے۔

---

1 - المصحف المدنی، مجمع الملک فہد، المدینة المنورة، المملکة السعودیة العربیة.

2 - ابن الجزري' محمد بن محمد' النشر فی القراء ات العشر: 1/ 44' المکتبة التجاریة الکبری' 1380ھ

پس اگر کوئی قراءت صحابہؓ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو جائے اور کوئی عالم دین اس صحیح سند سے ثابت شدہ قراءت کو بھی قرآن قرار دے یا کوئی شخص اس قراءت کے مطابق نماز پڑھے تو ہمارے خیال میں اس مسئلے کو انتظامی، سد الذرائع اور مصلحت کے دلائل کی بنیاد پر تو کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن مزعومہ اجماع کے دعووں پر نہیں، کیونکہ خود حضرت عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے اس قراءت کے مطابق نماز ثابت ہے جسے آج ہم رسم عثمانی کی مخالفت کی وجہ سے قراءت شاذہ قرار دیتے ہیں۔ جب صحابہ، تابعین اور علماء کی ایک جماعت سے صحیح سند سے ثابت شدہ قراءات شاذہ کی تلاوت میں اختلاف ثابت ہے تو اجماع کیسے ثابت ہو گیا؟۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں علماء کا تو اختلاف ہے لیکن قراء میں نہیں ہے اور مسئلہ چونکہ قراءت کا ہے لہٰذا قراء کا اجماع معتبر ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ سے بڑھ کر کون قاری ہو گا؟ خاص طور پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جن کے بارے آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ ابن مسعودؓ سے قرآن سیکھو۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ صحیح سند سے ثابت شدہ قراءات میں رسم عثمانی کی پابندی کا مسئلہ انتظامی ہے، اسے شرعی نہیں بنانا چاہیے۔